۷ داستان تیاّری میں باغ کی

اس نظم کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر، نظم کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھ اور موضوع بیان کر سکیں۔
- طویل کلام کو اپنے حافظے سے دیگر مثالوں کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کا تجزیہ کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کی تخلیقات اور ادب پاروں کو پڑھ سکیں اور اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہو سکیں اور عصری تناظر میں اس کا تجزیہ اور تبصرہ کر سکیں۔
- مفہوم برقرار رکھتے ہوئے متن میں متبادلات سے واقف ہوتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آرا اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اس پر تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف اصنافِ ادب (منثور/منظوم) کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔

خاص	مئے اَرغوانی	مَنقُول و مَعقُول	زَربفت	قاز اور قرقرے	چِقیں
الفاظ	صَندَل	دَست بَستہ	شاخِ شَبّو	نَستَرَن	زَرنِگار

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو پابند نظم، آزاد نظم اور نظم معریٰ کے حوالے سے آگاہی دیں۔

پڑھیں

مثنوی کس طرح کی نظم کو کہتے ہیں اور فکری اور فنی اعتبار سے یہ دوسری نظموں سے کس طرح مختلف ہے؟

مئے ارغوانی پلا ساقیا! — کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ — ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
عمارت کی خوبی، دروں کی وہ شان — لگے جس میں زربفت کے سائبان
چقیں اور پردے بندھے زرنگار — دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
دیے چار سو آئنے جو لگا — گیا چوگنا لطف اُس میں سما

وُہ مخمل کا فرش اُس میں ستھرا کہ بس
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس

زمیں پر تھی اِس طور اُس کی جھلک
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

زمیں کا کروں واں کی کیا میں بیاں
کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیاں

بنی سنگ مرمر سے چوپڑ کی نہر
گئی چار سُو اُس کے پانی کی لہر

زمرد کے مانند سبزے کا رنگ
روش کا، جواہر ہُوا، جس سے سنگ

رَوِش کی صفائی پہ بے اختیار
گلِ اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ ، گُل سے چمن
کہیں نرگس و گل، کہیں یاسمن

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا

کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان
مدن بان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں آور کہیں لالہ زار
جُدی اپنے موسم میں سب کی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر اک گل سفیدی سے مہتاب دار

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
عجب رنگ پر زعفرانی چمن

پڑی آب جُو، ہر طرف کو بہے
کریں قمریاں سرو پر چہچہے

گلوں کا لبِ نہر پر جھومنا
اُسی اپنے عالم میں مُنہ چُومنا

خراماں صبا صحن میں چار سو
دماغوں کو دیتی پھرے گل کی بُو

کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے
لیے ساتھ مرغابیوں کے پرے

صدا قرقوں کی، بطوں کا وہ شور
درختوں پہ بگلے، منڈیروں پر مور

صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے بھول
پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول

درختوں نے برگوں کے کھولے ورق
کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق

سماں قمریاں دیکھ اُس آن کا
پڑھیں بابِ پنجم گلستاں کا

کنیزانِ مہ رُو کی ہر طرف ریل
چنبیلی کوئی ، اور کوئی رائے بیل

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی مہ رتن اور کوئی ماہ تاب

کوئی سیوتی، اور ہنس مکھ کوئی
کوئی دل لگن ، اور تن سکھ کوئی

پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ — پدر اورمادر کی شفقت کے ساتھ
ہوئی اُس کے مکتب کی شادی عیاں — ہُوا پھر اُنھیں شادیوں کا سماں
معلم، اتالیق، منشی، ادیب — ہر اک فن کے اُستادبیٹھے قریب
کیا قاعدے سے شروع کلام — پڑھانے لگے علم اُس کو تمام
معانی و منطق ،بیان و ادب — پڑھا اُ س نے منقول و معقول سب
خبردار ،حکمت کے مضموں سے — غرض جو پڑھا اُس نے ، قانون سے
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم — زمیں آسماں میں پڑی اُس کی دھوم
لیا ہاتھ جب خامۂ مشک بار — لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار
شکستہ لکھا اور تعلیق جب — رہے دیکھ حیراں اتالیق سب
گیا نام پر اپنے وہ دل پذیر — ہر اِک فن میں یچ مُچ ہُوا بےنظیر

(مثنوی: سحر البیان)

میر حسنؔ (۱۷۳۶ء-۱۷۸۶ء)

نام میر غلام حسن اور حسنؔ ہی تخلص تھا۔ دلّی کے محلہ سیّد واڑہ میں پیدا ہوئے۔ نامور ہجو گو شاعر میر ضاحک کے بیٹے، میر خلیق کے والد اور مشہور مرثیہ نگار میر انیس کے دادا تھے۔ تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دلّی کے اُجڑنے پر اپنے والد کے ساتھ فیض آباد چلے گئے اور وہاں نواب سالار جنگ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ بعد ازآں اُن کے بیٹے نواب نوازش علی خاں کی مصاحبت اختیار کرلی۔ جب نواب آصف الدّولہ نے اپنا دارالحکومت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو یہ بھی لکھنؤ آ گئے۔

شعر و شاعری کا ملکہ اُن کو وراثت میں ملا تھا۔ انھوں نے غزلیں اور قصائد بھی لکھے ہیں تاہم اُن کی اصل وجہِ شہرت مثنوی "**سحر البیان**" ہے جسے اُردو کی بہترین مثنوی کا درجہ حاصل ہے۔ یہ مثنوی ایک منظوم داستان ہے جس میں شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدر منیر کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ مثنوی واقعہ نگاری، کردار نگاری اور منظر کشی کی کامیاب ترین کوشش کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی معاشرت، تمدّن اور رسم و رواج کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ اِس مثنوی کے بعض شعر یا مصرعے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ اِس مثنوی کا اندازِ بیاں رواں اور بے ساختہ ہے۔ زبان اس قدر صاف اور سادہ ہے کہ ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی تازہ اور دل کش معلوم ہوتی ہے۔

مشق

۱۔ درج ذیل میں شاملِ نصاب مثنوی کے حصے میں سے چند اشعار آغاز اور چند اشعار درمیان سے دیے جا رہے ہیں۔ اک طالبِ علم ان اشعار کی درست تلفظ کے ساتھ بلند خوانی کرے۔ باقی طلبہ دونوں حصوں کو سن کر، نظم کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھیں اور موضوع بیان کریں:

(آغاز کے اشعار)

مئے ارغوانی پلا ساقیا!
کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ

عمارت کی خوبی، دروں کی وہ شان
لگے جس میں زربفت کے سائبان

چقیں اور پردے بندھے زرنگار
دروں پر کھڑی دست بستہ بہار

دیے چار سُو آئنے جو لگا
گیا چوگنا لطف اُس میں سما

وُہ مخمل کا فرش اُس میں ستھرا کہ بس
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس

زمیں پر تھی اِس طور اُس کی جھلک
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

(نظم کے درمیان کے اشعار)

چمن سے بھرا باغ، گُل سے چمن
کہیں نرگس و گل، کہیں یاسمن

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا

کھڑے شاخِ شبو کے ہر جا نشان
مدن بان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار
جُدی اپنے موسم میں سب کی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر اک گل سفیدی سے مہتاب دار

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
عجب رنگ پر زعفرانی چمن

۲۔ مثنوی ایک طویل نظم ہوتی ہے جس میں ایک داستان کو قصہ در قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ شاملِ نصاب نظم پارہ ''داستان تیاری میں باغ کی'' بھی میر حسن کی معروف مثنوی ''سحر البیان'' کا ایک جزو ہے جو بذاتِ خود طویل ہے۔ آپ اسے غور سے پڑھیں اور اسے اپنے حافظے سے دیگر مثالوں کے ساتھ ادا کریں۔

۳۔ میر حسن کا تعلق اُردو کے ''دبستانِ لکھنو'' سے تھا۔ ناگفتہ بہ سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کی وجہ سے دیگر تخلیق کاروں کی طرح آپ بھی اپنے خاندان کے ساتھ دلی سے ہجرت کر کے ریاستِ اودھ گئے تھے۔ ریاست اودھ اُن دنوں خوش حالی اور فارغ البالی کی ایک ایسی تصویر تھا جس میں دولت کی ریل پیل کے باعث، تصنع، دکھاوا اور بناوٹ پورے معاشرے کا مزاج تھا۔ شکوہِ لفظی، زبان و بیان پر روزمرہ محاورات کی چھاپ اور کلام کی دیگر ظاہری خوبیاں ''دبستانِ لکھنو'' پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس تناظر میں مذکورہ مثنوی کی زبان و بیان کی اہمیت اجاگر کریں۔

اُسی زمانے کے آس پاس ''دبستانِ دلی'' ہندوستان میں ہند اسلامی تہذیب کے زوال کا رونا رو رہا تھا۔ الطاف حسین حالؔی ''مد و جزرِ اسلام'' کے ذریعے مسلمانانِ ہند کو شکوہِ رفتہ کے آئینے میں مستقبل دکھانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ میر حسنؔ ہوں یا الطاف حسین حالؔی دونوں نے اپنے عہد کو اپنی شاعری میں قلم بند کر دیا ہے۔

آپ دونوں شعرا کی تخلیقات اور ادب پاروں کو پڑھ کر اُس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اِن کا تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ تبصرہ بھی کریں۔ جہاں مشکل پیش آئے اپنے استادِ محترم/استانی صاحبہ سے رہ نمائی حاصل کریں۔

متن میں متبادلات سے واقفیت:

ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کی تمام زبانیں ایک دوسرے سے الفاظ کا لین دین کرتی ہیں۔ قدیم زبانوں سے لے کر جدید زبانوں تک یہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ فی زمانہ سوشل میڈیا کی وجہ سے دنیا ''گلوبل ولیج'' بن چکی ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کے مختلف زبانیں بولنے والے ایک دوسرے کے ساتھ باہم منسلک ہو گئے ہیں۔ اس لیے زبانوں کا یہ لین دین نہ صرف زیادہ ہو گیا ہے بلکہ اپنی اثر پذیری کی وجہ سے اس کی رفتار میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اگرچہ کسی بھی زبان کے الفاظ کسی دوسری زبان کے متبادل لفظ کے طور پر اپنا مکمل اظہار اور ابلاغ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اُردو زبان میں بھی علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبانوں کے متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اٹھارہویں صدی عیسوی سے پیشتر اردو زبان پر ہندی، سنسکرت، عربی اور فارسی کی چھاپ تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے بعد خاص طور پر انگریزی کے متعدد الفاظ اُردو میں راہ پانا شروع ہوئے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سرکاری اور نجی سطح پر شعوری کوششیں بھی ہوئیں۔ جو معاملہ سر سید احمد خاں اور اکبر الہ آبادی سے شروع ہوا تھا اس نے اب تو یہ صورتِ حال اختیار کر لی ہے کہ انگریزی زبان کے بے شمار الفاظ اپنی اصل کے اعتبار سے ہی اُردو میں استعمال ہو رہے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اردو میں اجنبی یا غیر مانوس بھی نہیں لگتے۔ یہ اُردو زبان کے دامن کی وسعت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگرچہ انگریزی زبان کے ان الفاظ کا متبادل اُردو زبان میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً: ٹیبل، چیئر، پلیٹ، اسکول، روڈ، موٹر وے وغیرہ

۴۔ متبادلات کی تلاش ایک عمدہ اور دل چسپ ذہنی مشق ہے۔ ذیل میں اکبرؔ الہ آبادی کے چند اشعار دیے جا رہے ہیں۔ آپ ان اشعار کے مفہوم کو برقرار رکھیں اور متبادلات سے واقف ہوتے ہوئے ان کا استعمال کریں:

چٹھی اس مِس کی ہے کہ یہ جادو ہے
دل، جوشِ مفاخرت سے بے قابو ہے
ایسی پیاری اور مجھ کو پیارا لکھے
القاب میں دیکھیے تو '' ڈیئر کلو'' ہے

میں ہوا اُن سے رُخصت اے اکبرؔ
وصل کے بعد تھینک یُو کہ کر

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر، اسکول جا
چاردن کی زندگی ہے کوفت کا کیا فائدہ
کر کلرکی ،کھا ڈبل روٹی ،خوشی سے پھول جا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا
حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
بل کا آنا ہے،نل کا پانی ہے
آب و دانہ کی حکم رانی ہے

۵۔ اکبرالہ آبادی کے درج بالا اشعار نہ صرف اُن کا کلام ہے بلکہ اُن کی شاعری کا باقاعدہ ایک رویہ ہیں۔ اکبرالہ آبادی کے درج بالا اشعار کے متن کو پڑھ کر خیالات، آرااور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اس پر تبصرہ کریں۔

سرگرمی

۱۔ استادِ محترم/استانی صاحبہ سے رہ نمائی لے کر ''داستان تیاری میں باغ کی'' کی ڈرامائی تشکیل کریں۔